اسلام اور حقوقِ بشر

قائد ملت مولانا سید کلب جواد نقوی، جنرل سکریٹری مجلس علماء ہند

(۲۳)

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۹ میں فلسفہ قصاص بیان فرمایا گیا ہے کہ، مفہوم: ''قصاص تمہارے لئے سبب حیات ہے۔'' یعنی زندگی کی حفاظت کے لئے قصاص کا حق دیا گیا ہے اور اس کا مقصد نہ تو انتقام کی پیاس بجھانا ہے نہ شعلۂ کینہ اور عداوت کو سرد کرنا ہے۔ کسی خونخوار قاتل کو جس کا دل جذبۂ رحم سے خالی ہو، جس کی نگاہوں میں دوسروں کے جان و مال، عزت و آبرو کی کوئی قیمت نہ ہو، جو خون بہانے میں لذت محسوس کرتا ہے، مورد عفو و رحم قرار دینا ایسا ہی ہے کہ جیسے کسی خون آشام بھیڑیے کو بھیڑوں کے گلے میں آزاد چھوڑ دیا جائے۔ ایسے عمل کو ہر صاحب عقل ظلم ہی قرار دے گا۔ درندہ صفت انسانوں کو قرار واقعی سزا دینا مخالف انسانیت نہیں، بلکہ انسانیت کا تقاضا اور عین رحمت ہے۔ قرآن مجید نے آیۂ قصاص میں صاحبان عقل کو خطاب کیا ہے، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ظالم و قاتل کے لئے جذبہ رحم نری جذباتیت اور خلاف عقل ہے اور نظام قصاص عقل و منطق کے عین مطابق ہے۔ ایک خالص عقل یہی فیصلہ کرے گی کہ قصاص اور سخت سزاؤں کے ذریعہ معاشرہ میں امن و امان قائم ہو سکتا ہے اور حیات اجتماعی اور قیام امن و امان کے لئے جرم کے تناسب سے سزائیں بے انتہا لازم و ضروری ہیں۔ آیۂ قصاص کا آخری ٹکڑا ہے، مفہوم: ''تا کہ تم صاحب تقویٰ اور پاکیزہ بن جاؤ'' یہ انتہائی خوبصورت اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ قصاص کے ذریعہ معاشرہ کو آلودگیوں اور جرائم سے پاک کرنا مقصود ہے اور مطمع نظر مجرم سے انتقام لینا نہیں ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ نکتہ بھی اہمیت سے خالی نہیں کہ پورے قرآن مجید میں لفظ قصاص صرف چار مرتبہ استعمال ہوا ہے، جب کہ لفظ رحمت اور اس سے مشتق الفاظ 'رحمان' اور 'رحیم' پورے قرآن مجید میں ۷۴۳ دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔ اس سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوئی کہ اسلام کی بنیاد ہی رحمت پر ہے اور قصاص بھی رحمت ہی کی ایک شکل ہے۔ جیسا کہ پہلے اشارہ ہو چکا کہ اگر ایک ماہر سرجن انسان کے کسی کینسر یا ناسور زدہ عضو کو کاٹ کر نکال دے اور پورے بدن کو بچا لے تو اس عمل کو کوئی بھی صاحب عقل ظلم نہیں کہے گا، اسی طرح قصاص اور اسلامی سزائیں خود مجرم کے لئے بھی اور معاشرہ کے لئے بھی مصداق رحمت الٰہیہ ہیں۔

اسلامی سزاؤں کے سلسلہ میں جو روایات ہیں، وہ بھی انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **''اقامة حد خير من مطر اربعين صباحا''** مفہوم: ''مجرم کو سزا دینا چالیس دن کی بارش سے زیادہ بہتر ہے۔'' (وسائل الشیعہ، ج۱۸ ص۳۰۸) حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح بارش رحمت ہے، اسی طرح سے اسلامی سزائیں بھی ایک طرح کی رحمت ہیں اور جس طرح سے بارش سے گندگیاں پاک ہو جاتی ہیں اور زمین میں رشد و نمو کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، اسی طرح سے اسلامی سزاؤں کے ذریعہ سماج کی آلودگیاں پاک ہوتی ہیں اور انسانی معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن رہتا ہے۔ اس حدیث سے صاف طریقہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں سزائیں ظلم نہیں، بلکہ باران رحمت ہیں۔ امام موسیٰ کاظمؑ نے قرآن مجید کی آیہ کریمہ مفہوم: ''اللہ زمین کو مردہ ہونے

کے بعد دوبارہ زندہ کر دیتا ہے'' کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی بزرگ شخصیتوں کو پیدا کرتا ہے جو دنیا میں عدالت کو زندہ کرتی ہیں اور عدالت کو زندہ ہونے سے زمین جو حالت مرگ میں ہوتی ہے، دوبارہ زندہ ہو جاتی ہے اور اس کے بعد ارشاد فرمایا: ''حدود شرعیہ (اسلامی سزاؤں) کا جاری ہونا چالیس دن کی بارش سے زیادہ نفع بخش ہے۔'' قرآن کریم کی آیات اور مذکورہ بالا احادیث اس حقیقت کا پختہ ثبوت ہیں کہ اسلام میں سزاؤں کا مقصد نظام عدل کی برقراری اور معاشرہ کو کثافتوں سے پاک کرنا ہے۔

مخالف اسلام دنیا کو حیرت زدہ کرنے کے لئے یہ جملے کافی ہیں کہ ہمیں تاریخ اسلام میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ اسلامی عدالت نے بدکاری اور زنا کے الزام میں کسی کو سزا دی ہو، کیونکہ اس گھناؤنے جرم کو ثابت کرنے کے لئے شریعت نے ایسی سخت شرائط رکھ دی ہی کہ اس جرم کا ثابت ہونا عملاً تقریباً ناممکن ہو گیا ہے۔ ایک شرط یہ ہے کہ خلاف عفت عمل کو چار گواہوں نے ساری شرائط کے ساتھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ تاریخ اسلام میں اس کی پہلی مثال خالد بن ولید کی ہے کہ جن پر الزام تھا کہ انہوں نے ایک صحابی رسول اللہ مالک ابن نویرہ کی زوجہ کے ساتھ منافی عفت عمل انجام دیا ہے۔ تین گواہوں نے تو شرائط کے مطابق گواہی دے دی، مگر چوتھے گواہ کی گواہی میں ہلکی سی (Technical) کمی رہ گئی تھی، اس لئے خالد بن ولید اسلامی سزا سے بچ گئے۔ ایک شرط یہ بھی ہے کہ چاروں گواہ ایک ہی نشست میں ایک ساتھ آکر گواہی دیں۔ اگر الگ الگ آکر گواہی دی تو وہ تسلیم نہیں کی جائے گی۔ حضرت علیؑ کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص کو بدکاری کرتے ہوئے چار اشخاص نے دیکھا تھا۔ حضرت علیؑ کی عدالت میں تین لوگ ایک ساتھ حاضر ہوئے کہ ہم گواہ ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا چوتھا گواہ کہاں ہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ وہ بس پہنچنے ہی والا ہے۔ مولیٰ نے فرمایا اس وقت تم تین ہی ہو، لہٰذا تمہاری گواہی رد کی جاتی ہے اور حکم دیا کہ جھوٹی گواہی کے جرم میں انہیں کوڑے لگائے جائیں۔ اسی وقت چوتھا شخص عدالت میں داخل ہوا یہ کہتا ہوا کہ میں چوتھا گواہ آ گیا۔ حضرتؑ نے فرمایا: اب تم اکیلے گواہ ہو اور حکم دیا کہ اس کے بھی کوڑے لگائے جائیں۔

جرم کے ثابت ہونے کا دوسرا اسلامی طریقہ خود جرم کا اقرار ہے۔ دنیاوی عدالتوں میں تو صرف ایک بار اقرار جرم کافی ہے، مگر شریعت اسلامیہ نے اس کے لئے بھی بہت سخت شرائط رکھ دی ہیں۔ اس کی ایک شرط یہ ہے کہ یہ اقرار چار بار ہو اور ہر اقرار الگ اور جداگانہ نشست میں ہو، اگر ایک ہی نشست اور مجلس میں چار بار اقرار کیا تو وہ ایک ہی اقرار محسوب ہوگا۔ اسی طرح اگر مجرم حاکم شرع کے سامنے اپنے جرم کا اقرار کرتے ہوئے توبہ کرے اور پشیمانی کا اظہار کرے تو حاکم شرع کو معاف کرنے اور سزا دینے کا پورا اختیار ہوگا۔ اس کی مثال حضرت علیؑ کے زمانہ میں ملتی ہے۔ حضرت علیؑ کی عدالت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور اقرار کیا کہ مجھ سے خلاف عفت وعصمت عمل انجام پایا ہے، لہٰذا مجھے سزا دی جائے تاکہ میں آخرت کی ہمیشہ کی سزا سے بچ جاؤں۔ وہ عورت حاملہ بھی تھی۔ مولیٰ نے فرمایا: بچہ کی پیدائش کے بعد آنا۔ وہ عورت بچہ کی پیدائش کے بعد اس طرح آئی کہ ناجائز بچہ گود میں تھا۔ آپ نے فرمایا: تیرا بچہ تیرے دودھ کا محتاج ہے جب دودھ پلانے کا زمانہ ختم ہو جائے تب آنا۔ وہ عورت دو سال بعد آئی کہ یا علیؑ مجھے سزا دیجئے۔ حضرتؑ نے اس سے کچھ شرعی سوالات کئے، اس کے بعد فرمایا کہ تیرے بچہ کو تیری ضرورت ہے۔ لہٰذا جب تیرا بچہ اتنا بڑا ہو جائے کہ اپنی حفاظت کے لائق ہو جائے تب آنا۔ وہ عورت اس طرح سے واپس ہوئی کہ آنسو جاری تھے۔ (وسائل الشیعہ، ج۱۸ ص۳۷۸) اب کہاں گئے وہ الزام کہ اسلام میں وحشیانہ سزائیں ہیں جو خلاف حقوق بشر ہیں۔ اب اس سے بڑھ کر رحمت کا مظاہرہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس کا ثبوت ان تاریخی واقعات سے ملتا ہے۔

(جاری)

(بشکریہ روزنامہ 'راشٹریہ سہارا' (اردو) ۱۰ فروری ۲۰۱۲ء)